جلد ۱۹ اخاء ۱۳۵۴ ھش شمارہ ۱۰
اکتوبر ۱۹۷۵ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان آٹھ روپے
دیگر ممالک ایک پونڈ

فی پرچہ پچھتر پیسے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

اخاء ۱۳۵۴ ہش
شوال سنہ ۱۳۹۵ ہجری - اکتوبر سنہ ۱۹۷۵ء

ایڈیٹر
غلام باری سیف

قیمت سالانہ: آٹھ روپے
فی پرچہ: چھتر پیسے

فہرست مضامین

پبلشر ...... چوہدری محمد ابراہیم
مطبع ...... ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت ...... دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۶ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۱۰

اخاء ۱۳۵۴ ہش

(۱)

آموختہ درسِ وفا خام نہ ہو۔

برکتوں والا مہینہ رخصت ہوا۔ یہ مبارک مہینہ کتنا بابرکت ہے۔ اس مہینہ میں قرآن کا نزول ہوا۔ اس مہینہ میں لیلۃ القدر ہے۔ جسے خدائے قرآن نے ہزار مہینہ سے بہتر قرار دیا ہے۔ اس مہینہ میں جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اس مہینہ میں شیطان پابندِ سلاسل کیا جاتا ہے۔ اس مہینہ میں خالق دوجہاں مخلوق کے قریب ہو جاتا ہے۔ یہ مہینہ مومن کے لئے موجب معراج بنتا ہے۔ اس مہینہ میں خدا کی رحمت جوش میں آتی ہے۔

بڑا ہی مبارک ہوتا ہے وہ انسان جو اس مہینہ سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور بڑا ہی بدقسمت ہوتا ہے وہ انسان جو اس مہینہ سے کوئی روحانی فائدہ نہیں اٹھاتا۔ یہ مہینہ سبق دیتا ہے کہ خدا کا حکم ہو تو حرام کیا ہم حلال چیزیں بھی ترک کر دیں۔ خدا کے لئے نیند کم کر دیں۔ کھانا کم کر دیں۔ کھانے کے اوقات بدل دیں۔ یہ مہینہ سکھاتا ہے کہ اس کے ملنے کے لئے ہم خاک میں مل جائیں۔ ہم اپنی خواہشات کو اس محبوب حقیقی کی خواہش کے تابع کر دیں۔ ہم قرآن کو غور سے پڑھیں اور بکثرت پڑھیں کہ یہ خدائے عظیم کا عظیم نعمت ہے جو ہمیں نصیب ہوئی۔ اس قرآن کو سینہ میں جگہ دینے والے خدا کے مقرب ہو سکے۔ اس مہینہ نے یہ تربیت دی۔ کہ نوافل کی کثرت ہمیں خدا کے قریب کر دیتی ہے۔ اس مہینہ نے ہمیں یہ سکھایا کہ اگر اپنی تقدیر بدلنا چاہتے ہو تو راتوں کو تڑپاؤ۔ دعاؤں میں سوز پیدا کرو۔ اس مہینہ میں صدقۃ الفطر نے یاد دلایا کہ ہماری توجہ کا ارتکاز منتقل کیا۔ کہ بنی انسان کی ہمدردی بھی ایک عبادت

ہے اور اس نے ہمیں سمجھایا کہ دیکھ تیری عید نہ ہوگی اگر معاشرہ کے کمزور طبقہ کو تو نے عید نہ کرائی۔

اس ماہ نے سحر خیزی کی عادت پیدا کی۔ اس نے گناہوں سے دوری اختیار کرنے کی تلقین کی۔ اب یہ مبارک مہینہ رخصت ہوا! اس کے رخصت ہونے کے ساتھ اس سبق کو بھول نہ جائیں۔ وہی طالب علم اچھے نمبر حاصل کرتا ہے جو سکول کے وقت کے بعد بھی سبق یاد کرتا ہے۔ اس مہینہ کی تربیت رائیگاں نہ جائے۔ اس کی برکتوں کو اگر لمبا کرنا چاہتے ہیں تو اس سبق کو پارینہ نہ ہونے دیں۔ گاہے گاہے باز خواں۔ اس سبق کو پارینہ ہونے نہ دیں۔ اگر شوق قائم و دائم ہے۔ اگر دوسرے دنوں میں بھی وہ لذت سحر خیزی قائم ہے۔ اگر سجدوں میں وہی تڑپ ہے۔ اگر قرآن کا اسی طرح ورد ہے۔ تو شب قدر است اگر قدر بدانی۔ پھر تیری ہر رات لیلۃ القدر ہے۔ ہمارا مالک وہی ہے محبوب ازلی بندوں سے اسی طرح محبت کرتا ہے۔ اسے اپنے تائب بندے کو اپنے دروازے پر دیکھ کر اس مسافر سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جس کی سفر میں صحرا کے اندر اونٹنی گم ہو جائے اور وہ اسے ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک کر یا یوس درخت کے سایہ میں لیٹ جائے۔ آنکھ کھلے تو دیکھے اونٹنی خورد ونوش کے سامان کے ساتھ اس کے سرہانے کھڑی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب بندہ خدا کی طرف چل کر آتا ہے خدا اس کی طرف دوڑ کر آتا ہے۔ وہ خلاقِ دو جہاں بندہ نواز ہے وہ قدردان مالک ہے اس کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے۔ وہ منبع جود و سخا ہے اس کی رحمت کے سوتے کبھی خشک نہیں ہوتے۔

اس مہینہ سے سبق اٹھانے والے یہ سبق نہ بھولنا۔ یہ تربیت کا مہینہ تھا جو روحانی مشق اس زمانہ میں حاصل کی اس سے فائدہ اٹھانا۔ یہ مہینہ رخصت ہوا ہے۔ خدا کی رحمتیں ختم نہیں ہوئیں۔ توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ وہ قادر و توانا صرف اس سے دور ہوتا ہے جو اس سے دور ہوتا ہے۔ اس کی طرف چلنے والے کو وہ خود اپنی آغوشِ رحمت میں لے لیتا ہے۔ اس مہینہ کا سبق فراموش نہ کیجئے۔ یہ تربیت رائیگاں نہ جائے۔

مقامِ صدق

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ

اے رسول مومنوں کو بشارت دے کہ خدا کے نزدیک انہیں صدق کا مرتبہ حاصل ہے
صدق کے معنی وفا کے ہیں اور جس شخص میں یہ جذبۂ وفا موجود ہے۔ جس کی فطرت میں صدق و وفا ہے وہ یقیناً ایک خوش قسمت انسان ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے انصار اللہ کے سالانہ اجتماع منعقدہ ۱۹۷۴ء کے موقعہ پر انصار کے سامنے اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ مقامِ صدق یہ ہے کہ خدا کے وفادار ہو جائیں۔ کوئی ابتلاء انہیں جادۂ مستقیم سے ہٹا نہ سکے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے مقامِ صدق کے معنی مضبوط جگہ کے کئے ہیں
مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۳۴ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ کی تشریح میں فرمایا:۔

"صدق کا ایک مقام ہے کہ دنیا کی کوئی آفت کوئی تکلیف اور ذلت اسے حدود اللہ کے توڑنے پر آمادہ نہیں کر سکتی۔ جس قدر اذیتیں اور بلائیں بڑھتی جائیں وہ اس کے مقامِ صدق کو زیادہ مضبوط بناتی جاتی ہیں۔"

(الحکم ۱۲ مئی سنہ ۱۹۰۵ء)

مومن خدا سے ایک عہد باندھتا ہے اور وہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے صدق و وفا کا مرکز خدا اور اس کے رسول اور ان کے ارشادات ہوں گے۔ وہ مٹ جاتا ہے لیکن اپنے اس عہد کو داغدار نہیں ہونے دیتا۔ عشاق تختہ دار پر کھینچے گئے۔ وہ سنگسار کئے گئے۔ تپتی ریت پر لٹا کر کوڑوں سے انہیں پیٹا گیا۔ لیکن وہ احد احد کا نعرہ ہی بلند کرتے رہے۔ انہیں آروں سے چیرا گیا۔ لوہے کی کنگھیوں سے ان کا گوشت نوچا گیا۔ لیکن ان کے صدق و وفا کو کوئی آزار گزند نہ پہنچا سکا۔ مامورِ زمانہ کے اس جذبہ کو ملاحظہ فرمائیے۔ اپنے خدا کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں ؎

خواہی بقہرم کن جدا خواہی بلطفم رو نما
خواہی بکش یا کن رہا کے ترک آں داماں کنم

اے میرے مولا خواہ ڈانٹ کر تو جدا کر دے یا لطف و رحم ظاہر کرے۔ خواہ مار دے یا چھوڑ دے۔ میں تیرے دامن کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ حق یہ ہے کہ عشاق کا جذبہ آزمائش سے اور بڑھتا ہے اور ؎

بڑھتا ہے جوشِ جنوں ہر سزا کے بعد

صادق اور وفا کی تعریف کرتے ہوئے امام پاک فرماتے ہیں ؎

صادق آں باشد کہ ایامِ بلا ؛ مے گزارد با محبت با وفا
گر قضا را عاشقے گردد اسیر ؛ بوسد آں زنجیر را کز آشنا

صادق وہ ہوتا ہے کہ آزمائش کے دن محبت اور وفا سے گزار دیتا ہے۔ اگر تقدیر سے عاشق کبھی قید ہو جائے۔ تو وہ زنجیر کو چومتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ہے۔

پچھلا سال جماعت کے لئے بہت بڑا ابتلاء اور آزمائش کا سال تھا۔ ہم خدا کی ہر تقدیر پر راضی ہیں۔ ہمارا خدا ہمیں جس حالت میں رکھے ہم اسی میں خوش ہیں کہ راضی بقضا ہونا مومنوں کا شیوہ ہے۔ ہم وفا پر قائم ہیں اور ہمیں اس کے وعدوں پر یقین ہے۔ وہ سچے وعدوں والا ہے جو اس کے لئے ذلت قبول کرتا ہے وہ اسے عزت بخشتا ہے۔ پچھلے سال انصار اللہ کا اجتماع نہ ہو سکا تھا۔ ایسے حالات بھی قوموں پر آتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جلسہ سالانہ بھی ایک دفعہ ملتوی کرنا پڑا۔ بارش میں اگر مسجد میں نمازی نہ جا سکے تو اذان میں صلوا فی الرحال کہہ دیا جاتا ہے۔ گھر پر ہی نماز پڑھ لو کہ مجبوری ہے۔ انصار اللہ مبارک ایام کی انتظار میں گھڑیاں گنتے ہیں۔ اس مبارک اجتماع پر وہ روحانی غذا حاصل کرتے ہیں۔ ابراہیمی طیور اپنے نشیمن سے اس مانوس آواز کی طرف مائل پرواز ہوتے ہیں۔ وہ قرآن کا درس سنتے ہیں۔ ارشادات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے کام و دہن کو لذت دیتے ہیں۔ وہ ملفوظات امام الزمان سنتے ہیں۔ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات زندگی سنتے ہیں۔ اور وہ صحابہؓ کے آقا ماہ مدنی کی سیرت پر تقاریر سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اور اپنے امام کے انفاس قدسیہ سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔

ابراہیمی پرندو! یہ مبارک ایام پھر آ رہے ہیں۔ ایک بار پھر اس روحانی مائدہ پر اکٹھے ہونے کے لئے پر تول لیں۔ پھر صدق و وفا کا عہد باندھنے والو! رختِ سفر باندھ لو۔ تاریخ اسلام کا کتنا پیارا واقعہ ہے۔ بلالؓ جب مدینہ سے دمشق میں سکونت پذیر تھے۔ ایک رات خواب میں دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ یہ کیا سنگدلی ہے۔ کیا زیارت کے لئے نہیں آؤ گے؟ صبح پیکر صدق و وفا مدینہ کو روانہ ہو گیا۔ سیدھا مرقدِ حضورؐ پر پہنچا۔ ماہی بے آب کی طرح زمین پر لوٹنے لگا۔ خدا رحمت کرے۔ یہ تھے عاشق جو ایک اشارے کے منتظر رہتے تھے۔ کتنا سچا تھا ان کا جذبہ۔ کتنا مضبوط تھا ان کا صدق اور مقامِ وفا۔

(۳)

کسی کو آزار نہ پہنچے۔

ایک دن گلی میں چلا جا رہا تھا۔ راہ میں کانٹے دیکھے ایک طرف کر دیئے۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث یاد آئی۔ کہ ایک شخص راستہ پر چلا جا رہا تھا اس نے کانٹے دار ٹہنی ایک طرف ہٹا دی۔ قدر دان آسمانی آقا نے اسے بخش دیا خدا کی ان گنت رحمتیں ہوں اس رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جس نے اپنی امت کو یہ سبق سکھایا۔ کانٹے میں نے نہیں بکھیرے تھے۔ کسی کے لئے نہیں بکھیرے تھے کہ فلاں شخص یہاں سے گزرے گا اس کے پاؤں میں کانٹا چبھے گا۔ میں نے یہ کانٹے نہیں بکھیرے تو میرا کیا گناہ۔ کسی کی ایذا دہی کے لئے بھی نہیں بکھیرے ـــــ لیکن میں نے یہ کانٹے دیکھے تھے۔ اور ہو سکتا ہے کہ کوئی کانٹا کسی کو لگ جائے۔ کسی بچے کے تلوے کو چھید دے۔ کسی ننگے پاؤں والے بوڑھے کے پاؤں میں چبھ جائے۔ میں مسلمان ہوں۔ دنیا میں صلح و آشتی کا علمبردار ہوں۔ میرے آقا نے یہ فرمایا ہے۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ ہوں۔ میں نے کیوں یہ کانٹا نہ ہٹایا۔ کسی کو لگ سکتا تھا۔ میں نے کانٹے نہیں بکھیرے۔ لیکن میں نے کانٹے چنے کیوں نہ۔ میری عدم توجہگی سے کسی کو تکلیف پہنچ جاتی تو کیا میں گنہگار نہیں؟ بے شک میں نے کیلا کھا کر اس کا چھلکا راستہ میں نہیں پھینکا۔ لیکن میں نے دیکھا تو اسے ہٹایا کیوں نہیں۔

یہ ہے میرے آقا کی تعلیم۔ میں مسلمان تب بنتا ہوں جب اپنی پلکوں سے کانٹوں کو چنوں۔ میں رحمۃ للعالمین کا نام لیوا ہوں۔ پھر کیوں نہیں اس رحمت کو عام کرتا۔ میں دنیا والوں کی راہ سے اذیتوں کو کیوں دور نہیں کرتا ـــــ اسلام کی یہ تعلیم ہے۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے مسلمان یہ سنتا ہے تو وہ کیونکر دوسروں کی راہ میں کانٹے بکھیرتا ہے۔ وہ کیوں کسی کو آزار پہنچاتا ہے۔ اسے یہ درس کیوں نہیں سنائے جاتے۔ محبت کے نغموں کی بجائے اس کے منہ میں جھاگ کیوں ہے اتفاق و اتحاد کے گیتوں کی بجائے دیواروں پر اذیت دینے والے نعرے کیوں نظر آتے ہیں؟

انسانیت کے معلم صلے اللہ علیہ وسلم تو ایک دن اپنے ایک صحابی کے گھر گئے۔ اس کا اونٹ بلبلایا تو

آپ نے فرمایا تمہارے اونٹ نے میرے پاس شکایت کی ہے۔ تو اسے چارہ کم دیتا ہے اور کام زیادہ لیتا ہے۔ اس آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک عورت کو اس لئے عذاب دیا گیا کہ اس نے بلی کو باندھ دیا اسے نہ چھوڑا کہ وہ ادھر ادھر سے کچھ کھا کر پیٹ بھر لیتی۔ پھر اس کے نام لیوا ایمان بچوں کو دوائی تک نہ جانے دیں۔ حالی مرحوم نے کیا خوب کہا تھا ؎

وہ دین جس نے الفت کی بنیاد ڈالی ÷ کیا طبع دوراں کو نفرت سے خالی
بنایا ایمان کو جس نے حالی ÷ ہر اک قوم کے دل سے نفرت نکالی
عرب اور حبش ترک و تاجیک و دیلم ÷ ہوئے سارے شیر و شکر مل کے باہم
تعصب نے اس صاف چشمہ کو آکر ÷ کیا بغض کے خار وخس سے مکدر
بنے خصم جو تھے عزیز اور برادر
نفاق اہل قبلہ میں پھیلا سراسر

تبلیغ کیلئے ایک اصولی امر

(مرسلہ ملک منظور احمد خان سمن آباد لاہور)

"تبلیغ کے لئے سب سے پہلے ضرورت اس بات کی ہے کہ جسے تبلیغ کرنی ہے اس کے مذاق کو معلوم کیا جائے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ تم وفات مسیح پر دلیل دینا شروع کرو اور اس کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو بلکہ اس کا دل اس بات میں گھلا جاتا ہو کہ مسلمان دن بدن گر رہے ہیں پس تبلیغ کرنے والے کو چاہیئے کہ سب سے پہلے طبیعت کے میلان کی کھڑکی کو تلاش کرے اور اس کے ذریعہ اس کے اندر داخل ہو۔ اگر ہر احمدی ایک ایک دوست تلاش کرے اور اسے متواتر تبلیغ کرے تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایک سال کے اندر کیوں تبلیغ اپنا اثر نہ کرے۔۔۔۔۔۔۔ اگر ہر احمدی میری اس نصیحت پر عمل پیرا ہو تو ایک سال کے اندر جماعت دگنی ہو سکتی ہے۔ کئی جماعتوں کو جن کی ترقی سالہا سال سے رکی ہوئی تھی۔ میں نے یہ گر بتایا اور اس پر عمل کرنے سے انہوں نے بہت ترقی کی ہے۔"

(الفضل جلد ۱۵ نمبر ۱۲ مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۲۷ء)

مَا آتٰکُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ

اسلام کا قانونِ عدل

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو ایک نصیحت

عن علی قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تقاضا الیک رجلان فلا تقض للاول حتی تسمع کلام الآخر فسوف تدری کیف تقضی۔

(ترمذی ابواب الاحکام باب ماجاء فی القاضی لا یقضی بین الخصمین حتی یسمع کلامھما)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تیرے پاس دو آدمی مقدمہ لے کر آئیں تو پہلے کی بات سنکر فیصلہ نہ کر۔ یہاں تک کہ دوسرے کی بھی بات سن لے۔ پھر تجھے پتہ چلے گا کہ تو کیا فیصلہ کرے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ اپنے دوسرے گوناگوں اوصاف کے ساتھ قاضیٔ اسلام بھی تھے۔ انکی ساری زندگی اس امر پہ شاہدِ ناطق ہے کہ آپ ایک بے مثل زاہد، عادل، صحیح کہنے اور صحیح کرنے والے تھے۔ انہوں نے کبھی کسی دنیوی مفاد کی خاطر اصول شریعت کو نہ چھوڑا۔ انہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا مختصر لیکن کتنا جامع اصول عدل بیان کیا۔ عدل کا یہ بنیادی اور غیر متبدل اصول ہے کہ دونوں فریق یا جماعتوں کی بات سنکر پھر کوئی فیصلہ کیا جائے۔ کسی ایک کے کہنے پر دوسرے سے دریافت کئے بغیر کوئی فیصلہ نہ دیا جائے اور کوئی حکم نہ لگایا جائے۔ فریق ثانی کو بھی علم ہو کہ اس پر کیا الزام ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس حدیث کو پڑھئے اور دیکھئے اسلام کا منشاء ہے کسی دشمن کی شکایت پر مسلم سٹیٹ کے کسی شہری کو صفائی کا موقعہ دیئے بغیر ابھی دروازے کے پیچھے بند کیا گیا۔ اسلامی عدلیہ کی مثالیں بغیر بھی دیتے ہیں۔ چشم فلک نے وہ زمانہ بھی دیکھا کہ غیر مسلموں نے غیر مسلم حکمرانوں کے خلاف مسلم حکمرانوں کے حق میں خدا سے دعائیں کیں۔ اس لئے کہ وہ انصاف کرتے تھے۔ اسلام کے قانون عدل میں ہر ایک کے حقوق مساوی ہیں۔ امام عادل کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن وہ خدا کے سایہ میں ہوگا پس اگر ہم خدا کی پناہ چاہتے ہیں تو ہمیں عدل پر سختی سے قائم ہونا چاہیئے۔ کسی پر ظلم کرکے پر ہم خدا کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔ ہمیں حکم ہے ان تحکموا بالعدل اگر ہم مسلمان ہیں تو ہمارے فیصلے انصاف پر مبنی ہوں۔ عہدہ خدا کی امانت ہے جس کی وجہ سے ہم خدا کے سامنے جوابدہ ہیں۔

---- (کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام) ----

استقامت کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا

"میں جانتا ہوں اور اس پر افسوس بھی کرتا ہوں کہ جس قسم کا نمونہ صدق و وفا کا عبد اللطیف نے دکھلایا ہے اس قسم کے ایمان کے لئے میرا دل فتوے نہیں دیتا کہ ایسے لوگ میری جماعت میں بہت ہیں۔ اس لئے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالے سب کو اسی قسم کا اخلاص اور صدق عطا کرے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کریں اور خدا تعالےٰ کی راہ میں اپنی جان کو عزیز نہ سمجھیں۔

میں ابھی جماعت میں بزدلی کو دیکھتا ہوں۔ اور جب تک یہ بزدلی دور نہ ہو اور عبد اللطیف کا سا ایمان پیدا نہ ہو۔ یقیناً یاد رکھو کہ اس سلسلہ میں داخل نہیں ہے بلکہ وہ بجاد عون اللہ میں داخل ہے مومنوں میں وہ اسی وقت داخل ہوں گے جب وہ اپنی نسبت یہ یقین کر لیں گے کہ ہم مر دے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب دشمنوں کے مقابلہ پر جاتے تھے وہ ایسے معلوم ہوتے تھے کہ گویا گھوڑوں پر مردے سوار ہیں اور وہ سمجھتے تھے کہ اب ہم کو موت ہی اس میدان سے الگ کرے گی۔

اللہ تعالےٰ لاف و گزاف کو پسند نہیں کرتا۔ وہ دل کی اندرونی حالت کو دیکھتا ہے کہ اس میں ایمان کا کیا رنگ ہے۔ جب ایمان قوی ہو تو استقامت اور استقلال پیدا ہوتا ہے اور پھر انسان اپنی جان ڈل گوہر گز اس ایمان کے مقابلہ میں عزیز نہیں رکھ سکتا اور استقامت ایسی چیز ہے کہ اس کے مقابل کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔" (ملفوظات جلد ششم صفحہ ۲۶۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم عربی کلام

لَهٗ رُتْبَةٌ فِي الْأَنْبِيَاءِ رَفِيْعَةٌ

(نبیوں میں اس کی شان برتر ہے۔)

رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ضَعَّفَ اللّٰهُ شَانَهٗ　　وَبَدْرٌ مُنِيْرٌ لَا يُضَاهِيْهِ نَيِّرٌ

وہ رسول کریم ہے خدا نے اسکی شان بہت بڑھائی ہے　　وہ بدر منیر ہے کوئی سورج اسکا نظیر نہیں ہوسکتا

وَكَافَحَ أَمْرَ الْمُسْلِمِيْنَ بِنَفْسِهٖ　　وَعَلَّمَهُمْ سُنَنَ الْهُدٰى فَتَبَصَّرُوْا

مسلمانوں کے دھندوں کے اس نے خود تکلیف اٹھائی　　انکو شریعت کے قانون پڑھائے وہ اہل بصیرت ہوگئے

بِأُمَّتِهٖ أَحْفٰى مِنَ الْأَبِ بِابْنِهٖ　　شَفِيْعٌ كَرِيْمٌ مُشْفِقٌ وَّمُحَذِّرٌ

امت پر باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے جیسا کہ وہ بیٹے پر ہو　　شفیق صاحب کرم۔ سفارشی اور ڈرانے والا ہے۔

فَمَنْ جَاءَهٗ طَوْعًا وَّصِدْقًا فَقَدْ نَجَا　　وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ أَحْكَامِهٖ فَيُدَمَّرُ

جو صدق اور اطاعت سے اسکے پاس آیا نجات پائی　　جس نے اسکے احکام سے منہ پھیرا وہ ہلاک ہوا

وَلَمْ يَتَقَدَّمْ مِثْلُهٗ فِيْ كَمَالِهٖ　　وَأَخْلَاقِهِ الْعُلْيَا وَلَا يَتَأَخَّرُ

اسکے کمالات و اخلاق عالیہ میں نہ پیشتر　　کوئی شریک و مماثل ہوا اور نہ آئندہ ہوگا

فَدَعْ ذِكْرَ مُوْسٰى وَاتْرُكَنْ ابْنَ مَرْيَمَ　　وَدَعْ الْعَصَا لَمَّا تَرَاءَى الْمِغْفَرُ

موسے کا ذکر چھوڑ ابن مریم کی بات ترک کردے　　اور عصا کا ذکر بھی جب تلوار آگئی چھوڑ دے

لَهٗ رُتْبَةٌ فِي الْأَنْبِيَاءِ رَفِيْعَةٌ　　فَطُوْبٰى لِقَوْمٍ طَاوَعُوْهُ وَخَيَّرُوْا

نبیوں میں اس کی شان برتر ہے۔ خوشی ہو ان لوگوں کے لئے کہ انہوں نے اسکی اطاعت کی اور اسے پسند کیا

وَعَسْكَرُهٗ فِيْ كُلِّ حَرْبٍ مُبَادِرٌ　　إِذَا مَا الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَانْظُرْ وَتَنْظُرُ

اور اس کا لشکر ہر میدان میں لڑنے والا ہے۔　　جب دونو مقابل لڑ جائیں گے تو تو بھی دیکھتا اور ہم بھی

وَجَاءَ بِقُرْاٰنٍ مَجِيْدٍ مُكَمَّلٍ　　مُنِيْرٍ فَنَوَّرَ عَالَمًا وَّيُنَوِّرُ

وہ قرآن مجید لے آیا ہے جو مکمل ہے۔　　نور بخش ہے دنیا کو نورانی کیا ہے اور کرتا بھی ہے

(درثمین عربی ص۳۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم فارسی کلام

اے بے خبر بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند

اے بے خبر فرقان کی خدمت کے لئے کمر باندھ لے

در رنج و درد مے گذرانیم روزگار
ہم رنج اور درد میں زندگی گزار رہے ہیں

یارب چہ بہرِ من غمِ فرقاں مقدر است
اے رب میری تقدیر میں ہی فرقان کے لئے غم لکھا گیا ہے

دیدم کہ زاہداں رہِ فرقاں گذاشتند
میں نے دیکھا کہ زاہدوں نے قرآن کا رستہ چھوڑ دیا ہے

اے خواجہ پنج روز بود لطفِ زندگی
اے صاحب زندگی کا لطف پانچ دن کے لئے ہے

امروز گر دل از پئے قرآں نسوزدت
اگر آج کے دن تیرا دل قرآن کے لئے نہیں جلتا

بگزار روشِ مثنوی و شغل غزل و شعر
مثنوی، وظیفہ اور شعر و غزل کے مشغلہ کو چھوڑ

ور خادمان نشینی و صد ناز مے کنی
تو نوکروں میں بیٹھ کر سینکڑوں ناز و نخرے کرتا ہے

خلق از برائے شوکتِ دنیا چہا کنند
لوگ دنیا کی شان و شوکت کے لئے کیا کیا کرتے ہیں

اے بے خبر بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند
اے بے خبر فرقان کی خدمت کے لئے کمر باندھ لے

یارب ترحمیکہ دگر مہرباں نماند
اے رب رحم فرما تیرے سوا ہمارا اور کوئی مہربان نہیں رہا

یا خود دریں زمانہ کسے رازداں نماند
اس زمانہ میں میرے سوا اور کوئی واقفِ حقیقت ہی نہیں

ناچار در دلم اثرِ مہرشاں نماند
ناچار میرے دل میں انکی محبت کا نشان باقی نہیں رہا۔

کس از پئے مدام دریں خاکداں نماند
کوئی بھی اس دنیا میں ہمیشہ کے لئے نہیں رہا۔

عذرے دگر ترا بجنابِ یگاں نماند
تو پھر خدائے واحد کی درگاہ میں تیرا کوئی عذر باقی نہیں رہا

ایں خود چہ چیز ہست اگر قدرِ آں نماند
یہ چیزیں کیا حقیقت رکھتی ہیں اگر قرآن ہی کی قدر نہ رہی

آنرا کہ سید است کس از خادماں نماند
مگر وہ جو اصلی سردار ہے اس کا کوئی ذکر نہیں رہا

دردا کہ مہرِ کعبہ چو مہرِ بتاں نماند
مگر افسوس کہ کعبہ کی محبت بتوں کی محبت کے برابر بھی نہیں رہی

زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند
اس سے پہلے کہ یہ آواز آئے کہ فلاں شخص مر گیا۔

(درثمین فارسی ص ۲۴۱، ۲۴۲)

محبوبِ خدا کا خدا تعالےٰ سے عشق

آنکہ جانش عاشقِ یارِ ازل ٭ آنکہ روحش واصلِ آں دلبرے

از ایڈیٹر

اللہ تعالےٰ سے عشق۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبت خدا تعالےٰ سے ہی تھی۔ اس بات کی شہادت تو آپؐ کے اشدّ مخالفین نے بھی دی۔ انہوں نے کہا عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ کہ محمدؐ اپنے رب کا عاشق ہے اس ذاتِ احدیت کے لئے آپؐ نے کیا کیا مصائب نہیں جھیلے مختلف انبیاء نے اپنے محبوبِ حقیقی یعنی خدا کے عشق و محبت میں بہت راگ الاپے لیکن نبیٔ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی مناجات کی کوئی مثال نہیں آپؐ سوتے اور جاگتے سفر اور حضر میں خلوت اور جلوت میں آسائش اور تنگی میں خدا ہی کو پکارتے۔

آپؐ کی مناجات۔

آپؐ اپنی دعاؤں میں بھی خدا کی محبت طلب کرتے۔ آپؐ کی ایک دعا یہ تھی:۔

اے اللہ ہمیں اپنی محبت عطا کیجیو۔ اور اس کی بھی محبت جس سے آپ محبت کرتے ہیں۔ اور اس چیز کی محبت جو مجھے آپ کے قریب کردے۔ اور آپ کی محبت مجھے میری جان میرے اہل اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب ہو۔

اس دعا سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ کی ہر محبوب شے سے بھی آپؐ محبت کرتے تھے کہ محبوب کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے۔ آپؐ کی ایک مناجات یہ ہے۔

"تمام بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔ شر تیری طرف سے نہیں۔ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوں۔ تو پاک اور بلند ہے۔ میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیری طرف لوٹتا ہوں۔ اے اللہ میں تیرے حضور جھکا۔ تجھ پر ایمان لایا۔ تیرے سپرد اپنے آپ کو کیا۔ میری شنوائی

اور میری بینائی اور میری ہڈیاں اور میرے اعصاب تیرے لئے جھک گئے۔
خدا سے مخاطب ہو کر دعا کرتے ہیں:-
میرے مولا میں حاضر اور میری خوش قسمتی کہ مجھے تیرے حضور حاضر ہونے کا موقعہ ملا۔ میں تیری پناہ میں آیا۔ میں تیری درگاہ میں آیا۔
آپؐ اپنے ساتھیوں کو بھی یہی نصیحت فرماتے کہ خدائے ذوالجلال والاکرام کی پناہ طلب کیا کرو۔

عشق باری تعالیٰ کے مختلف پہلو۔

خدا سے عشق کا اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس محبوب کی طرف سے جو کچھ آیا اس کی قدر کی۔ اگر کشائش آئی تو شکر کیا۔ اگر تنگی دیکھی تو اس کے حضور جھکے اور صبر کیا۔ شکوہ نہیں کیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ آپؐ نے کبھی کسی کھانے میں نقص نہیں نکالا۔ اور ایک واقعہ سنیئے۔

ایک بار افق پر غبار چھایا۔ آپؐ مضطرب ہو کر ٹہلنے لگے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ یا ولی آئے گھبرانے کی کونسی بات ہے۔ فرمایا ثمود کی قوم پر بھی اسی طرح ہوا چلی تھی۔ جس نے سب کچھ تباہ کر کے رکھ دیا تھا۔ اس کے بعد اندھیری دُور ہوئی اور بارش برسنے لگی۔ باہر تشریف لائے۔ زبان پر بارش کا قطرہ لیا اور فرمایا میرے رب کی تازہ نعمت۔ اس محبوب کی طرف سے جو آیا اسے محبوب جانا۔ کوئی آزمائش آپؐ کو خدا سے دور نہ کر سکی۔ کوئی لالچ اس کے دَر سے نہ ہٹا سکا۔

مکہ میں ایک بار کفار قریش اکٹھے ہو کر ابو طالب کے پاس آئے اور کہا اپنے بھتیجے کو آپ منع کریں وہ ہمارے بتوں کو بُرا بھلا کہتا ہے۔ ہم اب یہ برداشت نہیں کر سکتے۔ یا آپ ایک طرف ہو جائیں۔ ہم اس سے خود ہی نپٹ لیں گے چنانچہ حضرت ابو طالب نے آپؐ کو بلایا اور کہا میرے بھتیجے! آج تیری قوم آئی تھی اور انہوں نے یہ کہا تھا۔ میرے بھتیجے! اب مجھ میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر اسے کسی عورت کی خواہش ہے تو ہم عرب کی حسین ترین عورت اس کے عقد میں دینے کے لئے تیار ہیں۔ اگر وہ عرب کی ریاست چاہتا ہے تو ہم اس کے سر پر عرب کا تاج رکھنے کے لئے تیار ہیں۔ وہ ہمارے بتوں کو بُرا بھلا کہنے سے باز آجائے۔ حضورؐ نے سب کچھ سنا۔ سر کو کچھ دیر کے لئے جھکایا۔ پھر فرمایا چچا اگر وہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں اور پھر کہیں کہ خدا کی توحید کے اعلان سے باز آجاؤں تو یہ نہیں ہو سکتا۔ بادشاہت کو اس ذاتِ احدیت کی خاطر ٹھکرا دیا۔

حسن وجمال کو خاطر میں نہ لائے۔ دھمکیاں آپؐ کو اس ذات سے الگ نہ کر سکیں۔

اُحد میں خدا کی عظمت کا نعرہ

دوسرا واقعہ جنگِ اُحد کا ہے۔ حضورؐ زخمی ہو چکے تھے دشمن نے یہ سمجھ لیا کہ آپؐ شہید ہو گئے ہیں ابوبکرؓ بھی شہید ہو چکے ہیں عمرؓ بھی دنیا میں نہیں رہے۔ اب وہ اونچی ٹیکری پر کھڑے ہو کر یہ کہہ رہے تھے۔ کیا تم میں محمدؐ ہیں؟ ابوبکرؓ ہیں۔ عمرؓ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا چپ رہو جواب نہ دو۔ اس پر وہ سمجھا کہ ہمارے جھوٹے خدا غالب آ گئے۔ اور مسلمانوں کا خدا شکست کھا گیا اور انہوں نے نعرہ لگایا اُعْلُ هُبُلْ ہبل بت کی جے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا جواب کیوں نہیں دیتے۔ صحابہؓ نے عرض کی حضور کیا جواب دیں۔ فرمایا کہو اللّٰہ اعلیٰ واجل اللہ غالب اور بلند ہے خدا کو آپؐ کے سامنے کوئی یہ کہہ دے کہ وہ مغلوب ہو گیا۔ خطرہ کی انتہائی حالت میں بھی یہ برداشت نہیں۔ اس کے بعد انہوں نے کہا لنا العزّی ولا عزّی لکم ہمارا عزّیٰ بت ہے اور تمہارے پاس کوئی عزّیٰ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا جواب دو اور کہو۔ اللّٰہ مولٰنا ولا مولٰی لکم ہمارا کارساز خدا ہے اور تمہارا کارساز کوئی نہیں

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ اپنے نفس سے بڑھ کر آپؐ کو خدا کے لئے غیرت تھی۔ اس سے عشق تھا۔ اس کو کوئی بُرا آپؐ کے سامنے کہے یہ برداشت نہ تھا۔ ہر حالت میں اسکے نام کی عظمت کا اظہار آپکی زندگی کا مقصود تھا۔

خانہ کعبہ میں آپؐ کی مناجات اور طویل سجدے بھی اس پر گواہ ہیں۔ ایک دن سجدہ میں آپؐ پڑے ہوئے تھے کہ دشمنوں نے اونٹنی کی بھاری بچہ دانی آپؐ پر لا کر رکھ دی۔ حضورؐ دیر تک سجدے میں پڑے رہے اور اپنے رب سے محوِ راز و نیاز رہے۔ آپؐ کی زندگی کا مطالعہ کر کے ہی دشمن نے یہ خراجِ تحسین ادا کیا تھا کہ محمدؐ اپنے رب پر عاشق ہے۔ اور اپنوں کی شہادت سے اعتراف عدو زیادہ وزن رکھتا ہے۔ کہ دشمن نے تو ہر جھوٹ بھی آپؐ کو ناکام کرنے کے لئے بولا تھا۔ انہوں نے ہر صداقت چھپائی تھی سوائے اس کے جسے وہ چھپا نہ سکے۔ اور اس راز کو وہ بھی چھپا نہ سکتے تھے۔ نہ جھٹلا سکتے تھے۔

رسالہ توسیعِ اشاعت کے لئے
آپ کے تعاون کا محتاج ہے

تعلیم رضا

مکرم و محترم سلیم شاہجہانپوری صاحب

نفس کو اپنے یہ کیا خوب سزا دی میں نے
گالیاں سُن کے بھی دشمن کو دعا دی میں نے

جذبۂ حُزن کو تعلیم فنا دی میں نے
شکر کی رسم ہر اک دل کو سکھا دی میں نے

"وقت ہے وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت"
سارے عالم کو یہ آواز سنا دی میں نے

میں نے سوئے ہوئے جذبات کو بیدار کیا
آتشِ شوق کو کچھ اور ہوا دی میں نے

میں نے زخموں کو سکھایا گلِ خنداں بننا
دل میں فردوس کی تصویر سجا دی میں نے

اس کو غم خوارئ انساں کا بنایا خوگر
دلِ پُر درد کو یہ طرفہ غذا دی میں نے

شیشۂ دل میں اجاگر کیا توحید کا نقش
بدعت و شرک کی تصویر مٹا دی میں نے

عہد باندھا ہے بلا شرط وفاداری کا
خدمتِ قوم میں ہر شرط اڑا دی میں نے

کوئی ارماں نہ حسرت نہ تمنّا دل میں
اپنے رستے سے ہر اک اینٹ ہٹا دی میں نے

کیا بگاڑے گی بھلا گردشِ دوراں میرا
شجرِ شوق کی ہر شاخ جلا دی میں نے

آتشِ شوق بھڑکتی رہی رہ رہ کے مگر
دل نے جو شمع جلائی وہ بجھا دی میں نے

اپنی ہستی کو مٹا کے رہِ الفت میں سلیم
دادِ جاں بازئ اربابِ وفا دی میں نے

طوفانِ نوح

محترم مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا

حضرت نوح علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے دسویں پشت میں بیان ہوئے ہیں۔ تورات نے باب پیدائش میں جو شجرہ نسب اور ان کی عمریں دی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

نام	جس عمر میں لڑکا پیدا ہوا	کل عمر
آدم	۱۳۰ سال	۹۳۰
شیث	۱۰۵ "	۹۱۲
انوس	۹۰ "	۹۰۵
قینان	۷۰ "	۹۱۰
محلل ایل	۶۵	۸۹۵
یارد	۱۶۲ "	۹۶۲
حنوک	۶۵ "	۳۶۵
متوسلح	۱۸۷ "	۹۶۹
لمک	۱۸۲ "	۷۷۳
نوح		۹۵۰

سام۔ حام۔ یافث

ماہرین انساب بھی یہی شجرہ بیان کرتے ہیں۔ تورات کے رُو سے حضرت نوح علیہ السلام کی پیدائش حضرت آدم کی پیدائش سے ۱۰۵۶ سال بعد ہوئی۔ عام طور پر مؤرخین اس طرف گئے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کے تینوں لڑکوں سے ساری دنیا کی اقوام پیدا ہوئیں۔ طبری لکھتا ہے کہ سام سے عرب ہوئے یافث سے رومی اور حام سے حبش۔ بعض نے اس میں کسی قدر اختلاف کیا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی پیدائش اس علاقہ میں ہوئی جس کو اب عراق کہتے ہیں۔ اس میں بابل شہر آباد کیا گیا۔ مشہور مورخ ایچ۔ جی۔ ویلز (H. G. Wells.) لکھتا ہے کہ انسانی تہذیب اور تمدن

کا آغاز اسی علاقہ سے ہوا۔ دجلہ اور فرات کا ہمیشہ جاری پانی اور ایسی مٹی کا ہونا جو دھوپ میں رکھ کر اینٹوں کی طرح بن جاتی تھی اس علاقہ کی مستقل آبادی کا باعث ہوئے۔ یہ حالات مستقل رہائش اور تمدن کی ترقی کے لئے سازگار تھے۔ اس کے علاوہ باقی دنیا میں خال خال انسان پائے جاتے تھے اور وہ بھی خانہ بدوشی کی حالت میں رہتے تھے۔ کبھی کہیں اور کبھی کہیں۔ کیونکہ انہیں مستقل رہائش اختیار کرنے کے لئے کوئی مناسب جگہ نظر نہ آئی۔ اس وجہ سے ان میں تہذیب اور تمدن بھی مفقود تھا۔ بڑے بڑے مورخین نے تہذیب اور تمدن کا آغاز اسی علاقہ سے تسلیم کیا ہے جہاں حضرت نوح علیہ السلام ہوئے۔ اس لئے اس کا نام بابلی تہذیب Babylonian Civilization رکھا گیا اس علاقہ سے پھر تہذیب او تمدن آہستہ آہستہ دنیا کے دوسرے علاقوں میں گئے۔

عراق کا وہ حصہ جہاں حضرت نوحؑ پیدا ہوئے دریاؤں کا اور پہاڑی علاقہ ہے اس علاقہ کا نام پہلے (Mesopotamia) تھا جس میں عراق اور اس کے قریب کے علاقے شامل تھے۔ طوفانِ نوح بھی اسی علاقہ میں آیا۔ اگرچہ بعد میں کتب میں اس کا ساری دنیا میں آنا بیان کیا گیا۔ لیکن جیسا کہ آگے ذکر آئے گا یہ صحیح نہیں تھا۔ اور یہ طوفان صرف اس علاقہ تک ہی محدود تھا جہاں حضرت نوح علیہ السلام ہوئے۔ قرآن کریم میں طوفانِ نوحؑ کا تفصیلی ذکر سورۂ ہود رکوع ۴ میں آتا ہے :۔

"اور نوحؑ کی طرف یہ (بھی) وحی کی گئی تھی کہ جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا تیری قوم میں سے اب اور کوئی شخص تجھ پر ہرگز ایمان نہیں لائے گا۔ اس لئے جو کچھ وہ کر رہے ہیں اس کی وجہ سے تو افسوس نہ کر اور تو ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا اور جن لوگوں نے ظلم کا شیوہ اختیار کیا ہے ان کے متعلق مجھ سے کوئی بات نہ کر وہ ضرور طوفان میں غرق کئے جائیں گے۔ اور وہ (یعنی نوحؑ) ہمارے حکم کے مطابق کشتی بناتا چلا جاتا تھا اور جب بھی اس کی قوم میں سے کوئی بڑے لوگوں کی جماعت اس کے پاس سے گزرتی تھی تو وہ اس پر ہنستی تھی۔ جس پر اس نے ان سے کہا کہ اگر (آج) تم لوگ ہم پر ہنستے ہو۔ تو (کل) ہم بھی تم پر ہنسیں گے۔ جیسا کہ تم ہنستے ہو۔ پھر جلد تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کونسا فریق ہے جس پر ایسا عذاب آ رہا ہے جو اسے رسوا کر دے گا اور جس پر مستقل عذاب نازل ہو رہا ہے یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور چشمے پھوٹ کر بہہ پڑے تو ہم نے کہا کہ ہر ایک قسم کے جانوروں میں سے ایک جوڑا یعنی دو (نر و مادہ) کو اور اپنے اہل و عیال کو بھی سوائے اس کے جس کے متعلق قطعی فیصلہ ہو چکا ہے اور نیز ان کو جو تجھ پر ایمان لائے ہیں اس میں سوار کرا دے اور اس پر سوائے قلیل تعداد کے کوئی ایمان نہ لایا تھا۔ چنانچہ جب طوفان آ گیا تو اس نے (اپنے ساتھیوں) کو

کہا کہ اس میں سوار ہو جاؤ۔ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرایا جانا اس کے نام کی برکت سے ہی ہوگا۔ میرا رب یقیناً بہت ہی بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اور وہ پہاڑوں کی طرح (اونچی) موجوں میں ان کو لئے جا رہی تھی۔ اسی اثناء میں نوحؑ نے اپنے بیٹے کو جب کہ وہ (اُن سے علیحدہ) ایک اور جانب کھڑا چلا گیا پکارا کہ اے میرے بیٹے میرے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو۔ اس نے کہا کہ ابھی کسی پہاڑ پر جا ٹھہرونگا۔ جو اس پانی سے مجھے بچا لے گا۔ اس نے کہا کہ اللہ کے اس عذاب سے آج کوئی بچانے والا نہیں سوائے اس کے کہ جس پر وہ آپ رحم کرے۔ اور اسی اثناء میں پانی کی ایک لہر ان دونوں کے درمیان حائل ہوگئی اور وہ غرق کئے جانے والوں میں شامل ہو گیا اس کے بعد کہہ دیا گیا کہ اے زمین تو اس پانی کو نگل اور اے آسمان تو برسنے سے تھم جا۔ اور پانی جذب کر دیا گیا اور معاملہ ختم کر دیا گیا اور کشتی جودی پر جا کر ٹھہر گئی اور کہہ دیا گیا کہ (اے عذاب کے فرشتو) ظالم لوگوں کے لئے ہلاکت مقدر کر دو۔ اور نوحؑ نے اپنے رب کو پکارا اور کہا کہ اے میرے رب میرا بیٹا یقیناً میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ بھی نہایت سچا ہے اور تو سب فیصلہ کرنے والوں سے بڑھ کر فیصلہ کرنے والا ہے۔ فرمایا اے نوحؑ وہ تیرے اہل میں سے ہرگز نہیں۔ کیونکہ وہ بُرے عمل کرنے والا ہے۔ پس تو مجھ سے ایسی دعا نہ کر جس کے بارے میں تجھے (میری طرف سے) علم نہ دیا گیا ہو اور میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ نادانوں کی طرح نہ ہو۔ نوحؑ نے کہا اے میرے رب میں اس بارہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے کوئی ایسا سوال کروں جس کے متعلق مجھے حقیقی علم حاصل نہ ہو اور اگر تو میری گزشتہ غفلتوں کو معاف نہ کرے اور رحم نہ کرے تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔ اس پر اسے کہا گیا کہ اے نوح تو ہماری طرف سے سلامتی اور طرح طرح کی برکات کے ساتھ جو تجھ پر اور ان پر ہیں جو تیرے ساتھ ہیں اتر جا۔ اور بعض جماعتیں ایسی بھی ہیں جنہیں ہم دنیا کا عارضی سامان تو ضرور عطا کریں گے۔ مگر پھر ان پر ہماری طرف سے دردناک عذاب آئے گا۔ یہ (انذاری بیان) غیب کی اہم خبروں میں سے ہے جنہیں ہم تجھ پر وحی (کے ذریعہ نازل) کرتے ہیں۔ نہ تو انہیں اس سے پہلے جانتا تھا اور نہ تیری قوم جانتی تھی پس تو صبر سے کام لے۔ اچھا انجام یقیناً تقوےٰ اختیار کرنے والوں کا ہی ہوتا ہے۔" (سورۃ ہود ع ۹)

یہاں اللہ تعالےٰ نے طوفان کے متعلق سب ضروری امور بیان فرما دیئے ہیں۔ جن کا تجزیہ آگے کیا جائے گا۔ تورات میں اس کی کسی قدر تفصیل بھی ہے لیکن اس میں بعض غلط اور مبالغہ آمیز باتیں داخل کر دی گئی ہیں۔ اس کی عبارت یہ ہے:-

"اور خدا نے نوحؑ سے کہا کہ سب بشر کی اجل میرے سامنے آپہنچی ہے اس لئے کہ ان کے سبب زمین

ظلم سے بھر گئی اور دیکھ میں ان کو زمین کے ساتھ نابود کر دوں گا۔ تو اپنے واسطے گوپھر کی لکڑی کی ایک کشتی بنا اس کشتی میں کوٹھڑیاں تیار کر اور اس کے باہر اور بھیتر رال لگا اور اس کو ایسی بنا کہ اس کی لمبائی تین سو ہاتھ اور چوڑائی پچاس ہاتھ کی ہو اور اس کشتی میں ایک روشندان بنا اور اوپر سے لے کر ہاتھ بھر میں اسے تمام کر۔ اور کشتی کی ایک طرف دروازہ بنا اور نیچے کا طبقہ اور دوسرا اور تیسرا ابھی بنا۔ اور دیکھ میں اور ہاں میں زمین پر طوفان کا پانی لاتا ہوں۔ اور ہر ایک جسم کو جس میں زندگی کا دم ہے آسمان کے نیچے سے مٹا دوں گا اور سب جو زمین پر ہیں مر جائیں گے۔ پر میں تجھ سے اپنا عہد قائم کروں گا اور تو کشتی میں جائے گا۔ تو اور تیرے بیٹے اور تیری جورو اور تیرے بیٹوں کی جوروان تیرے ساتھ۔ اور سب جانوروں میں سے ہر جنس کے دو دو اپنے ساتھ کشتی میں لے کہ وہ بچ رہیں۔ چاہیئے کہ وہ نر و مادہ ہوں اور پرندوں میں سے ہر ایک جنس کے اور چرندوں میں سے ہر ایک جنس کے۔ زمین کے سارے رینگنے والوں میں سے ہر ایک جنس کے دو دو۔ ان سب میں سے تیرے پاس اپنی اپنی جان بچانے آئیں اور تو اپنے پاس ہر طرح کی خوراک کی چیزیں جو کھانے میں آتی ہیں لے کر اپنے پاس جمع کر اور وہ تیری اور ان کی خوراک ہوں گی۔ اور نوحؑ نے ایسا ہی کیا جو کچھ خدا نے کہا کہ وہ سب بجا لایا اور خداوند نے نوح سے کہا کہ تو اپنے سب خاندان سمیت کشتی میں آ۔ کیونکہ میں نے تجھ ہی کو اپنے حضور میں اس زمانے کے درمیان صادق دیکھا۔ سب پاک جانداروں میں سے سات سات نر اور ان کی مادہ اور ان میں سے جو پاک نہیں دو دو نر اور ان کی مادہ اپنے پاس لے۔ اور آسمان کے پرندوں میں سے بھی جو پاک ہیں سات سات نر اور مادہ تاکہ زمین پر ان کی نسل باقی رہے۔ کیونکہ سات دن کے بعد میں زمین پر چالیس دن اور چالیس رات پانی برساؤں گا اور سب جاندار موجودات جنہیں میں نے بنایا زمین پر سے مٹا دوں گا۔ اور نوحؑ نے اس سب کے مطابق جو خداوند نے اسے فرمایا تھا کیا۔ اور نوحؑ ۶۰۰ برس کا تھا جب طوفان کا پانی زمین پر آیا۔

تب نوحؑ اس کے بیٹے اس کی جورو اور اس کے بیٹوں کی جوروؤں اس کے ساتھ طوفان کے پانی کے سبب کشتی میں گئے۔ اور پاک چارپایوں میں سے اور ان چارپایوں میں سے جو پاک نہیں اور پرندوں میں سے اور زمین پر کے ہر ایک رینگنے والوں میں سے دو دو نر و مادہ نوحؑ کے پاس کشتی میں جیسا کہ خدا نے نوح کو فرمایا تھا داخل ہوئے اور سات دن کے بعد ایسا ہوا کہ طوفان کا پانی زمین پر آیا۔ جب نوحؑ کی عمر ۶۰۰ برس کی ہوئی۔ دوسرے مہینے کی سترھویں تاریخ کو اسی دن بڑے سمندر کے سب سوتے پھوٹ نکلے اور آسمان کی کھڑکیاں کھل گئیں اور ۴۰ دن اور ۴۰ رات زمین پر پانی کی جھڑی لگی رہی۔ اس

دن نوحؑ سام اور حام اور یافث نوحؑ کے بیٹے اور نوحؑ کی جورو اور اس کے بیٹوں کی تین جورواں کشتی میں داخل ہوئیں۔ وہ اور ہر ایک جانور اور اس کی قسم کے مطابق۔ اور ہر ایک مویشی اس کی قسم کے مطابق اور ہر ایک پرندہ اس کی قسم کے مطابق۔ سب چڑیوں کی ہر ایک قسم کشتی میں داخل ہوئی اور سبھوں میں سے جن کی زندگی کا دم ہے جوڑے جوڑے نوحؑ کے پاس کشتی میں آئے۔ جو اندر آئے سب نر و مادہ تھے جیسا کہ خدا نے فرمایا تھا اور خدا نے اس کو باہر سے بند کیا۔ اور چالیس دن طوفان کی باڑھ زمین پر رہی اور پانی بڑھ گیا اور کشتی کو اوپر اٹھا دیا۔ سو کشتی زمین پر سے اٹھ گئی۔ اور پانی زمین پر بڑھا اور بہت زیادہ ہوا اور کشتی پانی کے اوپر بہتی رہی اور پانی زمین پر بے نہایت بڑھ گیا۔ اور سب اونچے پہاڑ جو آسمان کے نیچے ہیں چھپ گئے۔ پندرہ ہاتھ پانی ان کے اوپر بڑھا اور پہاڑ ڈوب گئے اور سب جاندار جو زمین پر چلتے تھے۔ پرندے اور چرندے اور جنگلی جانور اور کیڑے مکوڑے جو زمین پر رینگتے تھے۔ اور سب انسان مر گئے۔ سب جن کے نتھنوں میں زندگی کا دم تھا۔ ان میں سے جو خشکی پر رہتے تھے مر گئے۔ بلکہ سب موجودات جو روئے زمین پر جان رکھتی تھیں مٹ گئیں۔ انسان سے لے کے حیوان تک اور کیڑے مکوڑوں اور آسمان کے پرندوں تک سب زمین سے مٹ گئیں۔ فقط نوحؑ اور جو اس کے ساتھ کشتی کے اندر تھے بچ رہے اور پانی کی باڑھ ڈیڑھ سو دن تک زمین پر رہی۔

پھر خدا نے نوحؑ کو اور سب جانداروں اور سب مویشیوں کو جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے یاد کیا اور خدا نے زمین پر ایک ہوا چلائی اور پانی ٹھہر گیا اور گہراؤ کے سوتے اور آسمان کی کھڑکیاں بند ہوئیں۔ اور آسمان سے مینہ تھم گیا۔ اور پانی زمین پر سے رفتہ رفتہ گھٹتا جاتا تھا۔ اور ڈیڑھ سو دن کے بعد کم ہوا اور ساتھ ہی مہینے کی سترھویں تاریخ کو اراراط کے پہاڑ پر کشتی ٹک گئی اور پانی دسویں مہینے تک گھٹتا جاتا تھا اور دسویں مہینے کی پہلی تاریخ کو پہاڑوں کی چوٹیاں نظر آئیں۔

اور چالیس دن کے بعد یوں ہوا کہ نوحؑ نے کشتی کی کھڑکی جو اس نے بنائی تھی اور اس نے ایک کوّے کو اڑا دیا۔ سو وہ نکلا اور جب تک زمین پر سے پانی سوکھ نہ گیا آیا جایا کرتا تھا۔ پھر اس نے ایک کبوتری اپنے پاس سے اڑا دی کہ دیکھے کہ زمین پر پانی گھٹا یا نہیں۔ پر کبوتری نے پنجہ ٹیکنے کی جگہ نہ پائی اور اس کے پاس کشتی میں پھر آئی۔ کیونکہ تمام روئے زمین پر پانی تھا۔ تب اس نے ہاتھ بڑھا کر کے اسے لے لیا اور اپنے پاس کشتی میں رکھا۔ پھر اس نے اور سات روز صبر کیا۔ تب اس کبوتری کو پھر کشتی سے اڑا دیا اور وہ کبوتری شام کے وقت اس کے پاس پھر آئی اور دیکھو زیتون کی ایک تازہ پتی اس کے منہ میں تھی۔ تب نوحؑ نے معلوم کیا کہ اب زمین پر پانی کم ہوا اور وہ اور بھی سات دن ٹھہرا۔ بعد اس

کے پھر اس کبوتری کو اڑا دیا وہ اس کے پاس پھر کبھی نہ آئی۔

اور ۶۰۱ برس کے پہلے مہینے کی پہلی تاریخ کو یوں ہوا کہ زمین پر کا پانی سوکھ گیا اور نوحؑ نے کشتی کی چھت کھولی اور دیکھا کہ زمین کی سطح سوکھنے لگی۔ اور دوسرے مہینے اور اس مہینے کی ستائیسویں تاریخ زمین سوکھ گئی تھی۔

تب خدا نے نوحؑ سے کہا کہ کشتی سے نکل جا۔ تب نوحؑ نکلا اور اس کی جورو اور اس کے بیٹے اور اس کے بیٹوں کی جورو اور اس کے ساتھ سب جانور سب کیڑے مکوڑے اور سب پرندے جو زمین پر رینگتے ہیں اپنی اپنی جنس کے ساتھ کشتی سے نکل گئے۔ اور خدا نے نوح اور اس کے بیٹوں کو برکت دی اور انہیں کہا چلو اور بڑھو اور زمین کو معمور کرو اور تمہارا رعب اور تمہارا ڈر زمین کے سب چرندوں اور آسمان کے سب پرندوں اور زمین پر کے سب چلنے والوں اور دریا کی سب مچھلیوں پر غالب رہے گا۔ وہ تمہارے بس میں کئے گئے۔"

تورات نے جانوروں کی اتنی اقسام اور تعداد بتادی ہے کہ اگر ایسا ہی ہوتا تو سینکڑوں میل کشتی بھی ان کے لئے کفایت نہ کرسکتی۔ اس کے بالمقابل قرآن کریم نے صرف مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ فرمایا ہے۔ یعنی ہر ضرورت کے یا زیر استعمال جانوروں کے جوڑے اس میں سوار کئے گئے جو یقیناً وہی درست ہوسکتا ہے۔ ورنہ پہلے تو حضرت نوح علیہ السلام ایک لمبا عرصہ دنیا میں پھر وہ سب جانور جمع کرنے جن کا ذکر تورات میں ہے۔ اور پھر انہی کے مطابق سینکڑوں میل لمبی کشتی بناتے۔ سو تورات کا یہ حصہ یقیناً قابل اعتماد نہیں بلکہ بالبداہت نادرست ہے قرآن کریم میں کُلّ کا لفظ صرف ضروری اشیاء کے معنوں میں بہت جگہوں پر استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ مثلاً ملکہ بلقیس کے متعلق آتا ہے اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (نمل آیت ۲۰) حالانکہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے شکست کھا گئی۔ اگر اس کے پاس دنیا میں موجود ہر قسم کا سامان ہوتا جس میں لشکروں کا بے پناہ ہونا اور جنگ کا سامان سب کچھ شامل ہوتا تو پھر وہ دوسرے بادشاہ سے شکست کیسے کھا جاتی۔ پس یہاں کُلّ سے مراد ہر اس چیز کا دیا جانا ہے جس کی اسے اپنے حالات کے لحاظ سے ضرورت تھی نہ کہ تمام جہان کی چیزیں اسی طرح۔ تورات کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے۔ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (انعام ۱۱۵، اعراف ۱۴۶) اس سے مراد بھی محض ان کی ضرورت کی چیزیں تھیں اور وہ بھی دینی لحاظ سے ورنہ اگر دنیا کی ہر بات اس میں تفصیل کے ساتھ بیان کی جاتی تو شاید تورات جیسی سینکڑوں جلدیں بھی کفایت نہ کرسکتیں۔

تفاسیر میں بھی اسی قسم کی بے سروپا باتیں درج کردی گئی ہیں۔ مثلاً ابن کثیر میں ہے کہ اس کشتی میں سب سے آخر میں گدھا سوار ہونے لگا تو ابلیس اس کی دُم کے ساتھ لٹک گیا۔ جب اس کے دو اگلے

پاؤں کشتی میں آ گئے تو اس نے اپنا پچھلا دھڑ اٹھانا چاہا لیکن وہ اٹھا نہ سکا۔ کیونکہ دُم پر ابلیس ملعون کا بوجھ تھا۔ حضرت نوح ؑ جلدی میں تھے۔ آخر آپ نے فرمایا آجا گو تیرے ساتھ ابلیس بھی ہے۔ تب وہ چڑھ گیا اور ابلیس بھی اس کے ساتھ ہی آیا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ بعض سلف کہتے ہیں کہ شیر کو اپنے ساتھ لے جانا مشکل ہو گیا۔ آخر اسے بخار چڑھ گیا۔ اور تب اسے سوار کر لیا۔ پھر یہ ہے کہ جب تمام مویشی کشتی میں سوار ہو گئے تو لوگوں نے کہا شیر کی موجودگی میں مویشی آرام کیسے کریں گے تب خدا تعالےٰ نے اسے بخار میں مبتلا کر دیا وغیرہ۔ یہ محض فضول کہانیاں ہیں جو تفاسیر میں داخل کر دی گئی ہیں۔

کشتی کی لمبائی چوڑائی اور بناوٹ کے متعلق بھی تورات کی طرح تفسیروں میں بھی تفصیل دی گئی ہے مثلاً ابن کثیر میں ہے کہ وہ بارہ سو ہاتھ لمبی اور چھ سو ہاتھ چوڑی تھی اور اس میں درجے تھے۔ ایک میں چوپائے اور جانور تھے۔ دوسرے میں انسان اور تیسرے میں پرند۔ ان تفاصیل کو بھی کہانیوں سے زیادہ درجہ نہیں دیا جا سکتا۔

پھر طوفان کی مدت وغیرہ کا ذکر تورات میں بھی ہے۔ اور تفاسیر اور کتب تاریخ میں بھی۔ ابن کثیر نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت بیان کی ہے کہ اس کشتی میں حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ بال بچوں سمیت ۸۰ آدمی تھے۔ ۱۵۰ دن تک وہ سب کشتی میں ہی رہے۔ اللہ تعالےٰ نے کشتی کا منہ مکہ شریف کی طرف کر دیا۔ وہ یہاں ۴۰ دن تک بیت اللہ کا طواف کرتی رہی۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اسے جودی کی طرف روانہ کر دیا۔ جہاں پہنچ کر وہ ٹھہر گئی۔ جب کوّے اور کبوتر کو بھیجکر معلوم ہو گیا کہ پانی خشک ہو گیا ہے اور زمین ظاہر ہو گئی ہے تو آپ جودی سے نیچے اترے اور وہیں ایک بستی کی بنیاد ڈالی جسے آدمیوں کی تعداد کی نسبت سے سوق ثمانین کہا گیا۔ ایک صبح وہ ۸۰ آدمی اٹھے تو ان سب کی بولی الگ الگ تھی۔ اور ایک کو دوسرے کی بات نہ سمجھ آتی ان میں سے سب سے اعلیٰ عربی زبان تھی۔ نوح علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے سب زبانیں سکھا دیں اور انہوں نے ان کے درمیان مترجم کا کام کیا۔ اسی طرح اور روایات بھی اس میں جمع کی گئی ہیں تاریخ کی مشہور کتاب طبقات ابن سعد میں ہے کہ کشتی نے معہ اپنے راکبوں کے چھ مہینے میں تمام زمین کا دورہ پورا کیا اور کہیں نہ ٹھہری۔ تا آنکہ حرم (مکہ) تک پہنچ گئی۔ مگر اس کے اندر نہ گئی اور ایک ہفتہ تک حرم کے گرد پھرتی رہی۔ وہ گھر (خانہ خدا) جو آدم نے بنایا تھا اٹھا لیا گیا اور وہ غرق ہونے سے بچا لیا گیا۔ حجر اسود بھی اٹھا لیا گیا اور وہ کوہ ابو قبیس پر رہا۔ حرم کے بعد کشتی جودی پر پہنچی جو علاقہ موصل کی ایک پہاڑی ہے۔ چھ ماہ کا سفر ختم کر کے سال پورا کرنے کے لئے جودی پر آ کر ٹھہر گئی۔ پھر طوفان ختم ہوا۔ طوفان کا آخری بقیہ وہ پانی تھا جو زمین حِسمیٰ (عرب کے ایک علاقہ کا نام تھا جس میں اونچی اونچی پہاڑیاں واقع تھیں) میں چالیس برس بعد تک رہ کر ختم ہوا۔ پہلے سوق ثمانین کا شہر بنایا۔ وہ کافی نہ رہا تو بابل کی تعمیر کی۔ بابل کی آبادی ایک لاکھ تک جا پہونچی۔

اسی طرح اور بھی بے شمار تفاصیل کتابوں میں دی گئی ہیں۔ جن کی حیثیت قصوں اور کہانیوں سے زیادہ نہیں سوائے اس کے کہ ان میں بعض حقیقتیں ظاہر ہیں۔ مثلاً طوفان کی شدت اور وسعت۔ کشتی کا ایک لمبے عرصہ تک پانی میں رہنا۔ کشتی سے اتر کر اس علاقے میں پہلے ایک شہر کا آباد کرنا اور پھر بابل کا آباد کرنا۔ وغیرہ

اب ہم اس سوال کو لیتے ہیں کہ یہ طوفان ایک علاقہ میں آیا یا ساری دنیا میں۔ تورات اور کتب تفاسیر اور اکثر کتب تواریخ اس طرف گئی ہیں کہ یہ طوفان ساری دنیا میں آیا۔ لیکن قرآن کریم سے اور جو یقینی شواہد مل سکے ہیں ان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ طوفان اس علاقہ میں آیا جہاں حضرت نوح علیہ السلام تھے۔ یعنی دجلہ فرات اور ان سے ملحقہ علاقہ جسے پہلے Mesopotamia کہا جاتا تھا اور اب عراق اور اس کے ساتھ کا علاقہ ہے۔

سورۂ ہود کا جو رکوع اوپر درج ہوا ہے اس کے ابتدا میں صرف حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہے۔ اور انہی کے لئے آپ نے ان کے انکار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے علم پاکر یہ انذاری پیشگوئی فرمائی کہ وہ غرق کردیئے جائیں گے۔ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام عراق کے علاقہ میں ہوئے اور وہیں کے بسنے والے لوگ ان کے مخاطب تھے۔ دنیا میں اس وقت اور کسی جگہ اس متمدن شکل میں انسان موجود نہ تھے۔ اور تعداد میں بہت کم تھے۔ ان کو حضرت نوح علیہ السلام کا علم بھی نہ ہو سکتا تھا۔ چہ جائیکہ ان کے لئے ایمان یا انکار کا سوال پیدا ہوتا۔ قرآن کریم کی عبارت فقط اسی قوم کا ذکر کر رہی ہے۔ اور اسی قوم کو ہلاک کیا گیا۔ سوائے ان چند افراد کے جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ سو قرآن کریم واضح طور پر اس طوفان کو حضرت نوح علیہ السلام کے علاقہ تک محدود رکھتا ہے۔ تفاسیر میں جو اس کے خلاف لکھا گیا وہ تورات اور روایات سے متاثر ہو کر لکھا گیا۔

طبقات الارض کے ماہرین کی تحقیق بھی اسی کی تائید کرتی ہے انہوں نے اس علاقہ میں کھدائی کر کے معلوم کر لیا کہ اس میں لمبے سیلاب کے بھی اثرات ہیں جو تین ہزار اور چار ہزار قبل مسیح کے درمیان آیا۔ اس کے بعد اور سیلابوں کے بھی اثرات زمین کی مختلف گہرائیوں میں ہیں۔ لیکن ان میں سے وہ پہلا سیلاب ایسی شدت کا اور ایسی تباہی مچانے والا تھا کہ بعد میں صرف اس کا ذکر قائم رہا اور باقیوں کو بھلا دیا گیا۔ یہ بھی انہوں نے معلوم کیا کہ اس علاقہ کے پاس دوسرے علاقوں میں اس سیلاب کے کوئی اثرات زمین کی گہرائیوں میں نہیں۔ جس سے انہوں نے واضح نتیجہ نکالا کہ یہ صرف Mesopotamia کے علاقہ میں ہی آیا تھا جو حضرت نوح علیہ السلام کا مولد اور مقام تھا۔ وہاں دجلہ اور فرات میں شدید طغیانی اور بہت زیادہ بارشوں کی وجہ سے یہ طوفان آیا تھا۔ باقی دنیا میں نہیں آیا تھا۔

لیکن اس قسم کے سیلاب کی کہانی دنیا کے بہت سے حصوں میں قدیم کتب میں پائی جاتی ہے۔ یونان کی

کتب میں بھی اس کا ذکر پانچویں اور دوسری صدی قبل مسیح میں کیا گیا۔ ان میں بھی یہی ذکر ہے کہ قوم کی تباہی کا فیصلہ کیا گیا۔ اس سے بچنے کے لئے ایک کشتی بنائی گئی۔ وہاں کا بادشاہ Deucalion اور اس کی بیوی چند ضروری اشیاء لے کر اس میں سوار ہوئے اور بچائے گئے۔ وہ کشتی ۹ دن تک تیرتی رہی اور پھر ایک پہاڑی (Parnassus) پر جا کر ٹھہری۔ اس طوفان سے سب کچھ تباہ کر دیا گیا۔ اور پھر نسل انسانی دوبارہ شروع ہوئی۔

اٹلی میں بھی ایسی کہانی پائی جاتی ہے۔ گو نام مختلف ہیں۔ ہندوستان میں بھی چھٹی صدی قبل مسیح میں اس قسم کی کہانی منو کے نام پر بیان کی گئی ہے۔ جسے ایک چھوٹی مچھلی نے تباہی کی خبر دی۔ اور جہاز بنانے کے لئے کہا۔ جب جہاز تیار ہو گیا تو وہ مچھلی بھی بڑی ہو چکی تھی۔ تب طوفان آیا اور وہ مچھلی کھینچ کر ایک پہاڑ پر لے گئی اور اس طرح سے منو کو بچا لیا گیا۔ اس کامل تباہی کے بعد منو سے نسل انسانی چلائی گئی۔ لیکن وید میں جو ہزار ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح لکھی گئی ایسے کسی طوفان کا ذکر نہیں۔

جنوبی ایشیا۔ سماٹرا۔ بورنیو۔ پسینیز نیوگنی۔ آسٹریلیا۔ میلانیشیا۔ پیلانیشیا۔ اور شمالی اور جنوبی امریکہ اور یورپ کے بعض ممالک۔ مثلاً ویلز۔ لیتھونیا اور رومانیہ اور مشرقی روس میں بھی اس نوعیت کے طوفان کا ذکر ہے۔ لیکن افریقی ممالک بشمول مصر اس کا ذکر شاذ ہی پایا جاتا ہے۔ ان سب کہانیوں میں نام الگ الگ ہیں۔ لیکن قدر مشترک یہ ہے کہ کشتی میں ایک یا چند افراد کو خدا کی مدد سے بچایا گیا۔ اور بعد میں دوبارہ نسل انسانی کو چلایا گیا نیز یہ کہ یہ سیلاب تمام دنیا پر حاوی تھا۔

یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ باوجود اس کے کہ یہ زبردست تباہی لانے والا سیلاب ایک ہی علاقہ میں آیا۔ اس کا تذکرہ بابلی تہذیب کے آہستہ آہستہ باہر نکلنے اور پھیلنے سے وہاں کے رہنے والوں کے ذریعہ ساری دنیا میں پھیل گیا۔ اور یہ خیال کیا جانے لگا کہ گویا یہ بے مثال تباہ کن سیلاب ساری دنیا میں ہی آیا تھا۔ نام اور تفصیل ہر جگہ بدل گئی۔ لیکن بنیادی چیز قائم رہی کہ خدا تعالیٰ کا غضب دنیا پر بھڑکا اور اس کو اس طوفان سے تباہ کر کے رکھ دیا۔ اور پھر چند نیک لوگوں سے جو کشتی کے ذریعہ بچا لئے گئے دوبارہ نسل انسانی کو چلایا گیا

۱۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینکا جلد ۹، ۱۰۰۱، ایڈیشن ۱۹۶۸ء

۲۔ " " " " " "

۳۔ " " " " " "

انصار اللہ اور تعلیم القرآن

— مکرم و محترم میاں بشیر احمد صاحب ناظم اعلیٰ انصار اللہ و زعیم اعلیٰ مجلس کوئٹہ —

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کا کام قرآن کریم کی اشاعت اس کے احکام اور فلسفہ کو دنیا میں پھیلانے اور تزکیہ کرنے پر مشتمل ہے۔ درحقیقت یہ ایک ہمہ گیر پروگرام ہے۔ جو تمام بنی نوع انسان کی جسمانی اور روحانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے جس کی تفصیلات کا احاطہ کرنا انسان کے بس کی بات نہیں یوں تو اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کا یہ وسیع اور عالمگیر پروگرام تمام جماعت کے فرائض میں داخل ہے۔ لیکن چونکہ انصار اللہ اپنی عمر اور تجربہ اور جماعت کے ساتھ لمبی وابستگی کی وجہ سے ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ لہٰذا اس مقام کے لحاظ سے دوسروں کے مقابلہ میں ان پر خاص ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں ہوں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ پر۔ آپ نے جماعت میں انصار اللہ کی تنظیم قائم فرمائی اور رسم انصار کو صحابہؓ کا قائم مقام قرار دیا۔ حضورؓ کا ارشاد حضورؓ کے اپنے الفاظ میں درج ذیل ہے:۔

"ان سے (یعنی انصار سے) وہی کام لیا جائے گا جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے لیا گیا یعنی کچھ تو اس بات پر مقرر کئے جائیں گے کہ وہ لوگوں کو تبلیغ کریں۔ کچھ اس بات پر مقرر کئے جائیں گے کہ وہ لوگوں کو قرآن اور حدیث پڑھائیں اور کچھ اس بات پر مقرر کئے جائینگے کہ وہ تربیت کا کام کریں اور کچھ بڑی عمر والے مطابق اس بات پر مقرر کئے جائیں گے۔ کہ وہ لوگوں کی دنیوی ترقی کی تدابیر عمل میں لائیں۔ (خطبہ جمعہ ۲۶ جولائی ۱۹۴۰ء۔ منقول از راہ ہدیٰ)

بالفاظ دیگر انصار اللہ کو صحابہ کا قائم مقام قرار دے کر تعلیم القرآن کا عظیم الشان کام ان کے سپرد کیا گیا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

قرآن کیا ہے؟ یہ وہ پیاری کتاب ہے جو ہمارے محبوب آسمانی آقا رب العالمین کا نہایت محبت بھرا پیغام ہے جو اس نے انسان کے لئے (جسے اس نے اپنی صفات کا مظہر بننے کے لئے دنیا میں بھیجا ہے) اپنے پیارے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے۔ یہ زندگی بخش کلام خدائے قدوس کے حسین و جمیل چہرہ اور اس کی پاک درادہ الوہیت کو پورے حسن اور آب و تاب کے ساتھ اس کے طالب دیدار کے سامنے بے نقاب کرتا ہے اس کے دیدار کی راہوں کی نشاندہی کرتا ہے جن پر چل کر ایک بندۂ ناچیز

اپنے محبوب رب کا حسین چہرہ دیکھ لیتا ہے۔ اور جو ان راہوں پر اس کو قدم بہ قدم لے کر چلتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے چنیدہ بندوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ ہاں یہ وہ نسخہ کیمیا ہے۔ جو اس مادی دنیا کی کٹھن منزلوں میں اس کی دستگیری کرتا ہے اور اس دنیا میں زندگی گزارنے کا سلیقہ اور شعور سکھاتا ہے۔ اس کی تمدنی عالمی معاشی۔ معاشرتی۔ اقتصادی۔ سیاسی۔ غرضیکہ ہر میدان میں مکمل راہ نمائی اور دستگیری کرتا ہے۔ جن راہوں پر چل کر یہ دنیا بھی جو ایک جہنم کا رنگ رکھتی ہے ایک جنت ارضی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

قرآن کریم کی شان میں اس کتاب کے عاشق صادق مہدی معہود اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:۔ ؎

وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں ÷ ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں
اس سے ہمارا پاک دل و سینہ ہو گیا ÷ وہ اپنے منہ کا آپ ہی آئینہ ہو گیا
اس نے درخت دل کو معارف کا پھل دیا ÷ ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دل بدل دیا
اس سے خدا کا چہرہ نمودار ہو گیا ÷ شیطاں کا مکر و وسوسہ بے کار ہو گیا
وہ راہ جو ذات عزوجل کو دکھاتی ہے ÷ وہ راہ جو دل کو پاک و مطہر بناتی ہے
وہ راہ جو یار گم شدہ کو کھینچ لاتی ہے ÷ وہ راہ جو جام پاک یقیں کا پلاتی ہے
وہ رہ جو اس کے ہونے پہ محکم دلیل ہے ÷ وہ رہ جو اس کے ہونے پہ کامل دلیل ہے
اس نے ہر ایک کو وہی رستہ دکھا دیا ÷ جتنے شکوک و شبہ تھے سب کو مٹا دیا

قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے (درثمین)

اسی ضمن میں حضور علیہ السلام کا ارشاد حضور کی کتاب کشتی نوح سے ملاحظہ فرمائیے۔

"تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار جو تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ الخیر کلّہ فی القرآن کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے۔۔۔۔ اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ایچ ہیں۔"

یہی وہ عظیم الشان کتاب ہے جو تمام کامیابیوں کی کلید ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

"کامیاب وہی لوگ ہوں گے جو قرآن کے ماتحت چلتے ہیں۔ قرآن کریم کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے۔" (الحکم ۱۳ رجنوری ۱۹۰۱ء)

نیز فرماتے ہیں:۔

"جب تک مسلمان قرآن شریف کے پورے متبع اور پابند نہیں ہوتے۔ وہ کسی چیز میں ترقی نہیں کرسکتے جس قدر قرآن شریف سے دور جارہے ہیں۔ اسی قدر وہ ترقی کے مدارج اور ناہموں سے دور جارہے ہیں۔" (الحکم ۱۷ رستمبر ۱۹۰۵ء)

ہمارے پیارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالے نے اپنی خلافت کے شروع سے ہی قرآن کریم کے متعلق جماعت کی بنیادی ذمہ داری کو نہایت شدت سے محسوس کیا اور جماعت کو اپنے روح پرور خطبات میں اس فریضہ کے متعلق بار بار توجہ دلائی اور قرآن کریم کو خود سیکھنے اور اس کے انوار اور افضال سے واقفیت حاصل کرکے ان علوم کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہمیں حاصل ہوئے ہیں تمام بنی نوع انسان تک پہنچانے کی ضرورت اور اہمیت کو واضح فرمایا اور اس کے لئے کئی عملی اقدام فرمائے اور اس مقصد کے حصول کے لئے ایک وسیع سکیم جاری فرمائی۔

چنانچہ حضور قرآن کریم کی تعلیم کو عام کرنے کی ضرورت جماعت پر واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"وہ خدا جس کے ہاتھ میں نجات اور جس کی رضا میں انسان کی دائمی خوشحالی ہے وہ قرآن کی اتباع کے بغیر ہرگز نہیں مل سکتا۔ پس قرآن کریم کا پڑھنا اور اس کا سیکھنا اور اس پر عمل کرنا ہمارے لئے ازحد ضروری ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ اپنی کوشش اپنی جدوجہد اور مجاہدات کو کمال تک پہنچائیں اور جو منصوبہ قرآن کو سیکھنے سکھانے کا جماعت میں جاری کیا گیا ہے اس سے غفلت نہ برتیں۔"

پھر سورۂ جمعہ میں بیان فرمودہ الٰہی سکیم اور اس کی کماحقہ تنفیذ کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

"خلیفۂ وقت کا سب سے بڑا اور اہم کام یہی ہوتا ہے کہ وہ قرآن کریم کی تعلیم کو رائج کرنے والا ہو اور نگرانی کرنے والا ہو۔ اور وہ لوگ جو سلسلہ حقہ کی طرف منسوب ہونے والے ہیں کیا وہ قرآن کریم کا جُوا اپنی گردنوں پر رکھنے والے ہیں اور اس سے منہ موڑنے والے نہیں بلکہ اس کی پوری اطاعت کرنے والے ہیں۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جنوری ۱۹۶۶ء)

"پس میں آپ کو ایک دفعہ پھر آگاہ کرتا ہوں اور تنبیہ کرتا ہوں کہ آپ اپنے اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوں۔ اور اپنی انتہائی کوشش کریں۔ جماعت کا ایک فرد بھی ایسا نہ رہے

نہ چھوٹا نہ بڑا، نہ مرد نہ عورت، نہ جوان نہ بچہ، جسے قرآن کریم ناظرہ پڑھنا نہ آتا ہو جس نے اپنے ظرف کے مطابق قرآن کریم کے معارف حاصل کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔" (خطبہ جمعہ ۲۹ جولائی ۱۹۶۶ء)

جماعت کے ہر فرد کے لئے یہ سمجھ لینا نہایت ضروری ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کا علم حاصل کئے بغیر وہ کس طرح اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے واقف ہو سکتے ہیں جو بیعت کرنے کے بعد ان پر عائد ہوتی ہیں۔ اسی بنیادی ضرورت کو ہر آن مدنظر رکھنے اور اسکی کما حقہ تکمیل کی طرف متوجہ رہنے کے لئے حضور نے بار بار جماعت کو جھنجھوڑا ہے چنانچہ حضور فرماتے ہیں:

"پس جماعت احمدیہ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ محض بیعت کر لینا یا محض احمدیت میں داخل ہونا یا محض احمدیت کا لیبل اپنے اوپر لگا لینا کافی نہیں۔ جب تک ہم پورے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں داخل نہیں ہو جاتے۔ جب تک ہم اسلامت رب العالمین کا صحیح نمونہ اپنے اور اپنے خدا کی بنائی ہوئی دنیا کے سامنے پیش نہیں کرتے۔ جب تک ہم قرآن کریم کے تمام اوامر و نواہی کی عزت نہیں کرتے۔ اس کے آگے نہیں جھکتے اور جن باتوں سے ہمیں روکا گیا ہے اس سے باز نہیں آتے اور جن چیزوں کے کرنے کی ہمیں تلقین کی جاتی ہے ہم وہ نہیں بجا لاتے اس وقت تک ہم اللہ تعالیٰ کے ان فضلوں کے وارث نہیں ہو سکتے جن فضلوں کا وارث وہ انسان ہوتا ہے جو قرآن کریم کے نور سے منور ہوتا ہے اور قرآن کریم کے احکام پر عمل کرنے والا ہوتا ہے۔ اور قرآن کریم کا کامل متبع ہوتا ہے اور قرآن کریم کا سچا خدمت گزار ہوتا ہے۔ محض احمدی کہلانا محض احمدیت کی طرف منسوب ہونا ہمارے لئے کافی نہیں۔ اس لئے میں اپنے متعدد خطبات میں اس سے پہلے بھی جماعت کو اس طرف متوجہ کر چکا ہوں کہ پوری ہمت کے ساتھ اور پوری توجہ کے ساتھ قرآن کریم کے سیکھنے اور سکھانے اور اس پر عمل کرنے کا انتظام تمام جماعتوں کے اندر کیا جانا چاہیئے۔ بہت سی جماعتیں اس طرف پوری طرح متوجہ ہیں لیکن بعض ایسی بھی ہیں جنہوں نے اس طرف توجہ نہیں دی۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ ۶۶)

ہمارے موجودہ امام ہمام نے جہاں ہمیں ہماری ذمہ داریوں سے آگاہ کیا ہے اور ان سے غفلت برتنے پر اس کے خوفناک نتائج سے آگاہ کیا ہے وہاں اس الٰہی سکیم کے ساتھ وابستہ بشارتوں کی بھی نشاندہی کی ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:-

"ایک دن جب میری آنکھ کھلی تو میں بہت دعاؤں میں مصروف تھا۔ اس وقت عالم بیداری میں میں نے دیکھا کہ جس طرح بجلی چمکتی ہے اور زمین ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک روشن کر دیتی ہے۔ اسی طرح ایک نور ظاہر ہوا اور اس نے زمین کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ڈھانپ لیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس نور کا ایک حصہ جیسے جمع ہو رہا ہے۔ پھر اس نے الفاظ کا جامہ پہنا اور ایک پرشوکت آواز فضا میں گونجی جو اس نور سے بنی ہوئی تھی اور وہ تھی "بشریٰ لکم" یہ ایک بڑی بشارت تھی" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۵ ۶۶)

پھر حضور فرماتے ہیں کہ ظہر کی نماز میں تفہیم ہوئی کہ جو نور حضور نے اس دن دیکھا تھا وہ قرآن کریم کا نور ہے جو تعلیم القرآن اور عارضی وقف کی سکیم کے ذریعہ دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے نیز فرمایا اس سکیم کے ساتھ اللہ کی بشارتیں ہیں کہ وہ اس مہم میں برکت ڈالے گا اور انوارِ قرآن

اسی طرح زمین پر [illegible]

خلافت سے وابستگی

(مکرم میاں عبدالقیوم صاحب کوٹہ)

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت اور رسالت اور بادشاہت خدا کے بڑے انعاموں میں سے ہیں جنہیں وہ خود عطا کرتا ہے۔ اور خاص طور پر نبوت کے متعلق بار بار اعلان فرماتا ہے کہ ہم ہی کسی شخص کو نبی بناتے ہیں اور لوگوں کی رہبری کے لئے اسے دنیا کی طرف بھیجتے ہیں۔ مثلاً وہ فرماتا ہے۔ اِنَّا بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ قَرْیَۃٍ نَذِیْراً۔ کہ ہم نے ہی نوحؑ کو بھیجا۔ ہم نے ابراہیمؑ کو بھیجا۔ ہم نے موسےٰ داؤدؑ سلیمانؑ اور عیسےٰؑ کو بھیجا۔ اور اسی طرح ہم نے ہی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ جس شخص کو خدا تعالےٰ نے نبی بنانا چاہتا ہے اسے اپنی خاص تربیت میں لے لیتا ہے۔ اپنا جلال و جمال اسے دکھاتا ہے خود اس کے دل پر تجلی فرماتا ہے اور خود اس پر رضا کی راہیں واضح فرماتا ہے اور پھر نبی ہی کی زبان سے یہ اعلان کراتا ہے کہ مجھے زمین و آسمان کے خدا نے ہادی اور راہ نما بنا کر بھیجا ہے۔ جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں وہ اس بنیادی حقیقت کو قبول کرکے ایمان لاتے ہیں کہ یہ نبی خدا کی طرف سے مبعوث کیا گیا ہے۔ اس سے اللہ تعالےٰ باتیں کرتا ہے۔ اور اسے ہر قسم کی ہدایت اور کامیابی کی راہیں دکھلاتا ہے۔ تب وہ اس نبی کی ایسی اطاعت کرتے ہیں جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ ان کی اطاعت میں ان کی اپنی سوچ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ وہ اپنے نبی کے ہر لفظ اور ہر حکم کو چشمہ خداوندی سے نکلا ہوا یقین کرتے ہیں۔ تب وہ مردہ کی طرح اپنے آپ کو اس نبی کے حوالے کر دیتے ہیں اور اطاعت اور وفاداری کا وہ نمونہ دکھاتے ہیں۔ جس کی مثال دنیوی رشتوں اور حکومتوں میں تلاش نہیں کی جا سکتی۔

لیکن خلیفہ راشد اپنے عہدہ جلیلہ پر اس طرح فائز نہیں کیا جاتا جس طرح کہ نبی متبوع فائز کیا جاتا ہے اس میں ایک فرق ہے جو کئی بار جماعت احمدیہ کے سامنے پیش کیا جا چکا ہے۔ نبی اس وقت کھڑا کیا جاتا ہے۔ جب اس کی قوم میں مکمل گمراہی پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ اور کوئی جماعت یا گروہ ایسا نہیں ہوتا جو صراطِ مستقیم پر چل کر اللہ تعالےٰ کی رضا سے واقف ہو اس لئے اللہ تعالےٰ نبی کو خود منتخب کرکے اس کے ذریعہ اعلان کرواتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے آیا ہوں۔ لیکن نبی کے وقت اور خاص طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے بروز کامل مسیح اور مہدی کی وفات کے وقت مخلصین اور مقربانِ بارگاہ کی ایک جماعت تیار اور موجود ہوتی ہے۔ دنیا سے گمراہی چھٹ کر روشنی پھیل رہی ہوتی ہے۔ ان مخلصین میں سینکڑوں اللہ تعالےٰ سے سچی خوابوں اور کشوف و الہامات

سے مشرف ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مرضیات کو جاننے والے موجود ہوتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان مخلصین و مقربین کو عزت عطا کرتا ہے۔ اور من حیث المجموع انہیں اپنا وجود قرار دیتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ جنگِ بدر کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ کی دو عظیم الشان قدرتیں ظاہر ہوئیں۔ پہلی صورت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں کہ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ کہ ریت کی مٹھی تم نے پھینکی وہ تو نے نہیں پھینکی وہ خود خدا نے پھینکی۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں اللہ تعالیٰ جلوہ کناں تھا۔ دوسری قدرت صحابہ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ کہ تم نے کفار کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل کیا۔ گویا صحابہ من حیث الجماعت سے بھی اللہ تعالیٰ کا وجود اور اس کی قدرتیں ظاہر ہو رہی تھیں۔ اس آیت سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ نبی کی دردمندانہ دعاؤں سے جو لوگ خدا تعالیٰ اور اس کے نبی پر ایمان لاتے ہیں وہ نبی کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کی اطاعت میں محو ہو جاتے ہیں اور نبی کے درخت وجود کی سرسبز شاخیں بن جاتے ہیں۔ وہ خدا نما وجود بن جاتے ہیں من حیث الجماعت وہ خدا کی مرضیات کو ظاہر کرنے والے ہوتے ہیں۔ اسی لئے نبی کی وفات کے وقت اب اللہ تعالیٰ ان مخلصین کے ذریعہ سے خلیفۃ النبی کا اعلان کرواتا ہے۔ لیکن یہ بنیادی بات بالکل واضح ہے کہ دونوں صورتوں میں فیصلہ اور انتخاب اللہ تعالیٰ کا ہی ہوتا ہے۔ نبی کے وجود میں الٰہی انتخاب کا اعلان نبی متبوع کے مخلص متبعین کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے۔ نبی متبوع یا اس کے خلیفہ کی وفات کے وقت مخلصین کے قلوب سخت دردمند ہونے کی وجہ سے اپنے نفوس سے دور جا چکے ہوتے ہیں اور خشیت اللہ اور جماعت کی بقا کے لئے ان کی بے چینی انکو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور رضا کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ تب اللہ تعالیٰ یک دفعہ دلوں کی مہار اپنی وحی خفی سے ایک خاص شخص کی طرف پھیر دیتا ہے اور خلیفہ کا انتخاب عمل میں آ کر خدائی تقدیر کا نفاذ ہو جاتا ہے۔

لیکن بعض کم تربیت یافتہ افراد اور ظاہر بین نگاہیں یہ دیکھتی ہیں کہ خلیفۂ راشد کے متعلق خدائی فیصلہ انسانوں کی ایک مجلس کے ذریعہ سے ہوا ہے اس لئے وہ خلیفہ کے مقدس وجود اور اس کے فیصلوں اور ہدایات اور احکامات کے متعلق مختلف قسم کے شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور جو تقدس و احترام و وابستگی ایک خلیفہ راشد کے ساتھ ہونی چاہیئے اس میں کمی کر دیتے ہیں۔ حالانکہ آیت استخلاف نہایت وضاحت سے اور بغیر کسی تاویل کے خلیفہ راشد کے تقرر کو اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف منسوب کرتی ہے۔ لیستخلفنھم میں فاعل اللہ تعالیٰ کی ذات ہے کہ وہ خود ان میں خلیفہ بنائے گا۔ یہاں فاعل کوئی مجلس یا جماعت نہیں ہے بلکہ قادر و مقتدر خدا ہے۔ اگر ہم قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں تو ایک لحظہ کے لئے بھی ہم یہ تصور نہیں کر سکتے کہ خلیفہ راشد کا تقرر انسان کر سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں ذرائع چاہے جو کچھ ہوں طریق کار جو بھی ہو مآل یہی ہے کہ خلیفہ راشد

کا تقرر اللہ تعالیٰ کی ایک خاص قضا سے ہوتا ہے۔ جب تک یہ بنیادی حقیقت ہماری نظروں کے سامنے رہے گی اس وقت تک خلیفہ راشد کے ساتھ وابستگی بھی صحیح معیار پر رہے گی۔ اب ہمارا کام ہے کہ اپنی نسلوں اور پھر ان کی نسلوں میں یہ بات عقلاً نقلاً اور قرآن مجید کی واضح آیت سے جاگزین کرتے رہیں کہ خلیفہ وقت زمین پر نبی متبوع کا نائب ہے۔ جو ہاتھ اس کی طرف اٹھتا ہے وہ ہاتھ دراصل نبی متبوع کے خلاف اٹھتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مختلف تحریرات کو یکجا کرنے سے یہ معرفت بھی حاصل ہوتی ہے کہ نبی متبوع اور پھر خلیفہ راشد خدا اور اس کی مخلوق میں واسطہ ہوتا ہے۔ خلیفہ برحق ایک طرف نہایت درد اور محبت اور شفقت سے اپنے تمام متبعین کو مرغی کی طرح اپنے پروں تلے رکھ کر ان کی حفاظت کرتا رہتا ہے۔ وہ دشمن کا وار اپنے اوپر لینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے تو دوسری طرف اپنی جبین کو خدا کے سامنے خاک پر رکھ دیتا ہے۔ اور ان کے لئے رحمت۔ نصرت۔ اور فضل کا طالب ہوتا رہتا ہے۔ ان کے لئے ہر آن خدا سے ہدایت طلب کرتا رہتا ہے۔ اور حصہ رسدی وہ پھر ان میں تقسیم کرتا رہتا ہے۔

---

۲۰ ستمبر تک سو فیصد سالانہ بجٹ پورا کرنے والی مجالس انصار اللہ

احمد نگر۔ چک ۱۷ ایچ آر۔ بھکی۔ چک ۲۹۷ رام پور۔ وار برٹن۔ جھنگ صدر۔ حاکم والا۔ سچا سودا۔ ڈھانگے۔ وزیر آباد

چک چٹھہ۔ چک ۱۶ ج ب سوڈی۔ چک ۲۰ ج ب۔ چک ۲۷ ج ب ملیانوالہ بجڑانوالہ۔ ۱۶۲ گ ب ٹھٹھہ کالوکا۔ چک ۵۹۱ گ ب گنگا پور۔ ۷۷ ر ب

لوسکے دیوی۔ ۶۱ ر ب بیلیانوالہ۔ ۲۶۶ ر ب کھڑیانوالہ۔ ۲۸۷ ج ب بلاسور۔ سمندری۔ ۸۴ گ ب بر شمیر روڈ۔ ۶۰ ر ب کھیم سنگھ۔ ۸۹ ج ب رتن

۹۶ ج ب۔ ۲۰۳ ر ب مامانوالہ۔ ۶۴۴ گ ب۔ اسلامیہ پارک لاہور۔ خانیوال۔ ۶۲۳ اشتاب گڑھ۔ چیچہ وطنی۔ ۹۲/۱۲ ایل۔ چونڈا۔ گجرات۔ مونگ۔

نصیرہ۔ بر باخورد۔ سماعیلہ۔ چک ۹ گر بخش پورہ۔ لنگے۔ خوشاب۔ چک ۹۸ شمالی۔ ۹۹ جنوبی۔ ۳۵ شمالی۔ ۳۵ جنوبی۔ چک ۳۳ جنوبی

بھلوال۔ احمد آباد جنوبی۔ کوٹلی مجو کہ۔ سیالکوٹ چھاؤنی۔ بھاگووال۔ مراڑہ۔ نمبووالی۔ چیدڑی بھاگو۔ مہدی پور۔ سیال۔ رلیانوالہ۔ باغ کوٹلی۔

مارٹن روڈ۔ صدر کراچی۔ ناظم آباد۔ ظفر آباد لوٹکا۔ باندھی۔ چک ۲۱ دودھ۔ قمر آباد۔ چک ۲۷ الف کامبیلو۔ ڈگری۔ اسلام پور

بھٹیاں۔ فضل آباد۔ گوٹھ احمدیہ۔ لاڑکانہ شہر۔ کھنڈو۔ گو رگیجہ۔ دارہ۔ صالحہ آباد۔ گوٹھ غلام رسول۔ چک ۲۲۶ T.D.A۔ کوٹ قیصرانی۔

بروغربی۔ اللہ آباد۔ چک ۳۲۷ H.R۔ ترکاپور۔ فضل عمر ماڈل فارم۔ جیکب آباد شہر۔

(قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آ گیا ہو کر مسیح

(منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام)

کیوں عجب کرتے ہو گر آگیا میں ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ باد بہار

آسماں پر دعوت حق کیلئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگاہ زندہ وار

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا
آئی ہے باد صبا گلزار سے مستانہ وار

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

ہر طرف ہر ملک میں ہے، بت پرستی کا زوال
کچھ نہیں انساں پرستی کو کوئی عزووقار

آسماں سے ہے چلی توحید خالق کی ہوا
دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنواز زمیں آمد امام کامگار

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار

(درثمین)

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا